برِصغیر کے اُردو تفسیری ادب کا کلامی اسلوب (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

The Dialectical method of Urdu literature Commentary in Subcontinent

DOI: 10.5281/zenodo.8437032

* Noor Islam
**Dr. Asim Iqbal
***KamranAhmed

Abstract:

Allah is the creator of this universe and mankind. It is his habit that after the creation of mankind, He has always provided proper and complete guidance for him. In this regard, Allah Almighty started a long chain of prophets and messengers, the last link of which is the Prophet of Islam. Allah Almighty made him a leader and guide for all humanity and sent him to this world by giving him a complete code of life in the form of the Holy Qur'an. The Holy Quran is the perfect and authentic source of guidance for all mankind. This is the reason that the scholars of every time, participated in the promotion and publication of Quranic sciences in every era. Even non-Muslim scholars also spent their efforts in this good work, which resulted in the creation of many academic and literary collections related to Quranic studies. In the field of Tafsir-i-Qur'an, Muslim and non-Muslim scholars wrote Tafsirs of the Holy Qur'an adopting different methods and styles. The region of the Indian sub-continent has been very fertile in this respect where a lot of exegetical literature has been created in different languages. In this region, an important style of interpretation of the Qur'an is the KALAMI style (کلامی اسلوب), in which many scholars contributed. In this research, an attempt has been made to find out that when did this specific style begin and evolve in the commentary literature of the subcontinent? What were the reasons for this? Also, a research study has been done regarding the famous kalami(کلامی) interpretations of Urdu language and their unique styles. Through the analytical method of research, the beginning and evolution of Urdu verbal commentary literature created in the region of the Indian sub-continent, its causes and reasons, styles and its need and importance in the modern era have been evaluated in the light of which the results have been compiled.

Key words: *Tafsir, knowledge of Al Kalam, rhetorical style, Tafsir literature*

*Assistant Professor Government Degree College Sikander Khel Bala Bannu
** Assistant Professor, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Mohi-Ud-Din Islamic , Universit, Nerian Sharif AJK
***Lecturer, DIS, Riphah International University Islamabad

1:- تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت اور راہنمائی کے لیے آغازِ کائنات سے ہی انبیاء کرام و رسلِ عظام کا ایک عظیم سلسلہ شروع فرمایا۔ انبیاء و رسل کے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور علم کے مطابق بعض ہستیوں پر الہامی کتب اور صحائف بھی نازل فرمائے۔ انبیاء کرام کے اس مبارک سلسلے کی آخری کڑی جنابِ رسالتِ مآب سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن کی صورت میں ایک عظیم اور زندہ و جاوید کتاب نازل فرمائی جس میں ہر دور اور ہر زمانے کے انسانوں کے لیے ہدایت اور کامل کامیابی کے بنیادی اصول اور احکام بیان کیے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ رسالت ﷺ سے لے کر آج تک ہر زمانے میں ماہرینِ قرآن نے وقت و حالات کے تقاضوں کے مطابق قرآنی اصولوں کی روشنی میں مختلف مسائل کے حل کے لیے کوششیں کیں۔ قرآنی الفاظ اور احکام کی وضاحت اور تشریح کی ان ہمہ جہتی کاوشوں کے نتیجے میں باقاعدہ ایک نئے علم کی بنیاد پڑی جس کو عام اصطلاح میں تفسیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کتابِ عظیم کی تبین و تبلیغ کا فریضہ سپرد کیا تھا[1] یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اقوال و افعال کے ذریعے صحابہ کرام کے سامنے قرآن مجید کے الفاظ و احکام کے تشریح و تبین پیش کی۔

دورِ رسالت کے بعد ہر زمانے کے اہلِ علم نے بھی قرآن و سنت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں آیاتِ قرآنیہ کی تشریح و تفسیر کی سعادت حاصل کی۔ یوں اہلِ علم و ہنر کی مختلف دلچسپیوں اور وقت و حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر قرآن مجید کی تفسیر کے مختلف اسالیب اور مناہج متعارف ہوئے جنہیں بعد میں آنے والے علماء و مفسرین نے ترقی دی اور درجہ کمال تک پہنچایا۔ تفسیرِ قرآن کے ان مختلف اسالیب و مناہج میں سے ایک اہم اسلوب کلامی اسلوب ہے۔ بنیادی طور پر تفسیر قرآن کے کلامی اسلوب سے مراد آیاتِ قرآنیہ کی تشریح و تفسیر، انسانی عقل و فکر اور منطق و فلسفہ کی بنیاد پر کرنا ہے۔ تقریباً دوسری صدی ہجری میں باقاعدہ اس اسلوبِ تفسیر کا آغاز معتزلہ کے ہاتھوں ہوا پھر رفتہ رفتہ دیگر اہلِ علم نے اس میں اپنی کاوشیں کیں اور تفسیرِ قرآن کے باب میں باقاعدہ ایسی تالیفات منصہِ شہود پر آئیں جن اس انداز میں تحریر کی گئیں۔ سطورِ ذیل میں تفسیر کے اس اسلوب کے آغاز و ارتقاء اور اس کے اسباب و وجوہ کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

2:- تفسیرِ کلام کا کلامی اسلوب: آغاز و ارتقاء اور اسباب

عباسی خلفاء و امراء کے دور میں جب ایران، یونان، ہندوستان اور اسکندریہ کے علمی ذخیرے عربی زبان میں منتقل ہونے کا سلسلہ چلا اور مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے پیروکاروں کے لیے دینی و علمی میدان میں بحث و

مباحث اور فکر و نظر کی فضا ہموار ہوئی تو مسیحی، مجوسی، یہودی اہلِ علم و ہنر کے علاوہ مختلف دیگر نظریات کے حامل گروہوں نے دینِ اسلام کی تعلیمات، قرآن مجید کی حقانیت اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذات، نبوت اور رسالت پر مختلف انداز میں اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کیا جس کے سبب کمزور عقیدہ مسلمانوں اور کم علم افرادِ امت کے عقائد متزلزل ہونا شروع ہوئے۔[2] امتِ مسلمہ میں سے کچھ اہلِ علم و فن نے اس بڑے چیلنج سے نبرد آزما ہونے کے لیے اور معاندینِ اسلام و رسول ﷺ کے اعتراضات کے ردّ کے لیے ایک نیا انداز و اسلوب اختیار کیا۔ اس نئے اسلوب کی بنیاد یونانی فکر و فلسفہ میں مہارت حاصل کر کے ایک نئے علم پر رکھی گئی جس کو علم الکلام سے موسوم کیا گیا۔

تفسیرِ کلامِ مجید کے اس انداز کا باقاعدہ آغاز تقریباً دوسری صدی ہجری میں عباسی خلفاء کے زمانے سے ہوتا ہے جب معتزلہ نے بطورِ خاص مخالفین اسلام کے اعتراضات کے ردّ کے لیے عقلی انداز میں بڑے جاندار اور مؤثر جوابات دیئے تاہم اس کے نتیجے میں معتزلہ نے بذاتِ خود بہت سے بنیادی متفق اسلامی نظریات سے روگردانی کی۔[3] یوں اوّلاً تفسیرِ قرآن کا آغاز ہوا اور مختلف تفاسیر لکھی گئیں۔ معتزلی مکتبہ فکر کہ جید اہل علم نے تفسرِ قرآن کے باب میں نہایت اہم خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں "جامع التاویل لمحکم التنزیل" کے نام سے ابو مسلم اصفہانی نے، "الکشاف عن حقائق التنزیل و عیونِ القاویل فی وجوہ التاویل" کے نام سے محمود بن عمر جار اللہ زمخشری نے اور قاضی عبد الجبار نے "تنزیۃ القرآن عن المطاعن" کے نام سے تفاسیر لکھیں۔[4] علامہ زمخشری کی تالیف اس سلسلے کی نہایت اہم اور معروف تفسیر ہے جس کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ عربی زبان و اداب میں بھی اس تفسیر کو اہم مقام حاصل ہے نیز اس تفسیر نے فکرِ اسلامی پر بڑے دور رس اثرات مرتب کیے ہیں۔

کلامی اسلوبِ تفسیر کی سب سے اہم اور نہایت جامع کتاب امام فخر الدین رازی کی "مفاتیح الغیب" تصوّر کی جاتی ہے جو تفسیرِ کبیر کے نام سے معروف ہے۔ مصنف نے اپنی اس تالیف میں متعدد فرقِ باطلہ کے ردّ میں عقلی و منطقی دلائل کو بنیاد بنایا۔ احناف میں سے امام ابو منصور ماتریدیؒ نے کلامی اسلوبِ میں "تاویلاتِ اھل السنۃ" کے نام سے ایک اہم تفسیر لکھی۔ موصوف نے اس کتاب میں معتزلہ کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کے ردّ اور اہلِ سنت کے نظریات کے اثبات میں قرآنی و حدیثی دلائل کے ساتھ ساتھ احاکمِ الٰہیہ کی حکمتیں اور اسرار و رموز کو بھی بڑے مدلّل انداز میں بیان کیا۔ اس کے علاوہ "انوار التنزیل و اسرار التاویل" علامہ بیضاوی، "روح المعانی" از علامہ محمود آلوسیؒ اور "رغائب القرآن و رغائب الفرقان" از علامہ نظام الدین نیشاپوری میں بھی تفصیلی کلامی مباحث موجود ہیں۔

3:- برِ صغیر میں کلامی تفسیر کا آغاز و ارتقاء

اللہ تعالیٰ نے برصغیر پاک وہند کے خطے کو علمی و فکری حوالے سے نہایت زرخیز بنایا ہے۔ یہاں کے اہلِ علم و فن کی مذہبی اور علمی دلچسپیاں میں قرآنیات، سیرتِ رسول ﷺ، تاریخ اسلام، فقہ، تصوف اور علم الکلام اہم ہیں۔ قرآن اور علومِ قرآن کے حوالے سے برصغیر کے علماء نے ہر دور میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہاں کے اہلِ علم نے عربی،[5] اُردو[6] اور فارسی زبان میں قرآن وعلوم القرآن کے حوالے سے بہت سے کتب تحریر کیں۔ برصغیر کے اس خطے میں قرآنی تراجم اور تفاسیر کا باقاعدہ اور ایک منظم انداز میں آغاز شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات کے ذریعے ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف نے ابتداءً "المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ" اور "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" کے نام سے نہایت اہم کتب تحریر کیں۔ پھر فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری حواشی لکھے۔ یہ تالیفات اردو زبان میں کلامِ مجید کے تراجم اور تفاسیر کے لیے سبب اور بنیاد بنے۔ موصوف نے "حجۃ اللہ البالغہ" لکھ کر علم الکلام کو بھی ایک نئے انداز سے متعارف کیا جو بعد میں آنے والے اہلِ علم کے لیے قرآنیات اور علم اکلام میں راہنما ثابت ہوا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (1703 – 1761ء) کے بعد آپؒ کے ایک لائق شاگرد قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ (م 1810ء) نے کلامِ مبین کی ایک مبسوط تفسیر لکھی۔ اس تفسیر میں بھی موصوف نے کلامی مسائل کے بیان کے ضمن میں عقلی اور فلسفیانہ اندازِ تحریر اختیار کیا۔ موصوف نے کلامی مباحث کی تفسیر و تبین کے ضمن میں ابو الحسن الاشعریؒ (م 324ھ)، ابو منصور ماتریدیؒ (م 333ھ)، علامہ تفتازانیؒ (م 793ھ) اور امام غزالیؒ (450- 505ھ) کی آراء کو باقاعدگی سے نقل کیا اور ان پر عقلی انداز میں جاندار تبصرہ بھی کیا۔ موصوف نے اپنے زمانے کے مختلف فرقِ باطلہ کے عقائد کی تردید اور عقائدِ اہلِ سنت کے اثبات میں نہایت اہم کاوشیں کیں۔ شاہ ولی اللہؒ کے خاندان میں سے آپ کے فرزندگان شاہ عبد العزیز دہلویؒ اور شاہ عبد القادرؒ اور شاہ رفع الدینؒ نے بھی ترجم قرآن اور تفسیری حواشی لکھے۔[7] شاہ صاحب کے ان فرزندگان نے ان تراجم اور مختصر تفسیری نکات میں کلامی مباحث پر بڑی جاندار کاوشیں کی ہیں۔ خانوادہِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ان کوششوں سے تحریک پا کر ان گنت اہلِ علم نے قرآنِ مجید کے تراجم کیے۔ یوں برصغیر میں تراجمِ قرآن کا ایک سیلِ رواں بہ نکلا۔

برصغیر کی اُردو تفاسیر میں کلامی مباحث اور کلامی اسلوبی کے شامل ہونے کے مختلف اسباب و وجوہات تھیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں لکھی جانے والی تفاسیر میں کلامی مباحث اور کلامی انداز کی ایک بڑی وجہ مسلم حکومت کا خاتمہ اور انگریزوں کا تسلط تھا جس کے نتیجے میں ان گنت تہذیبی، سیاسی، نظریاتی اور فکری مسائل نے جنم لیا۔ انگریز حکومت نے یہاں اپنے غلبے کے بعد دیگر شعبوں میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کے علاوہ عیسائی نظریات اور عقائد کی ترویج کا باقاعدہ اہتمام کیا اور عیسائی مشنریوں، انگریز اساتذہ اور دیگر مستشرقین نے اس مشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ

لیا۔ مغربی لوگ بنیادی طور پر دینِ اسلام کو عقل و فکر کے خلاف اور ایک جارحانہ انداز کا دین ثابت کرنے کے لیے کوشاں رہے۔ یوں عیسائی مستشرقین نے عقائدِ اسلام، اسلامی تہذیب و تمدن اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی ذاتِ اقدس کو نشانہ بنایا۔ ایسے حالات اور چیلینجز کا مقابلے کرنے کے لیے مسلم اہلِ علم و فکر نے جدید علوم و فنون اور عقلی و فلسفیانہ اندازِ تحریر کے ذریعے انگریزوں کے ان ناپاک مقاصد کو ناکام کرنے کے لیے کوششیں کیں۔

مفسرینِ کرام نے بھی ان مسائل اور حالات کے پیشِ نظر اپنی تفاسیر میں اسی انداز کو اپنایا اور مستشرقین اور معترضین کے اعتراضات کی تردید میں کلامی، عقلی اور فلسفیانہ اسلوبِ تحریر اختیار کیا۔ یوں انیسویں صدی کے آخر اور اس کے بعد میں لکھی جانے والی اکثر تفاسیر میں کلامی انداز غالب رہا۔ اس دور کی بعض تفاسیر میں کلامی اسلوبِ و منہج بالکل واضح اور غالب نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ تفاسیر ایسی بھی لکھی گئیں جن میں غالب اسلوب کلامی تو نہیں تاہم ان میں ان گنت کلامی مباحث اور مسائل زیرِ بحث لائے گئے۔

4:- برصغیر کا اردو تفسیری ادب (تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ)

برصغیر پاک و ہند میں عربی، فارسی، انگریزی اور اُردو، ان تمام زبانوں میں دینِ اسلام کے ہر شعبے سے متعلق بہت سا علمی و تحقیق کام ہوا ہے۔ قرآنیات کے باب میں یہاں کے اہلِ علم و فکر نے اپنی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا۔ اُردو زبان میں قرآن مجید کی بیسیوں تفاسیر اور تراجم منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ قرآنِ مجید کی تفسیر کے کلامی انداز و اسلوب کو بھی یہاں کے اہلِ علم و فن نے خوب رواج دیا جس کے نتیجے میں متعدد تفاسیر لکھی گئیں۔ ذیل میں اردو زبان کی اہم کلامی تفاسیر کا تعارف اور اندازِ تفسیر کے بارے میں تحقیق اور تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

4.1:- تفسیر القرآن (سرسید احمد خان)

سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء۔۱۸۹۸ء) دہلی کے ایک سادات خاندان میں پیدا ہوئے۔ اپکے والد کا نام میر تقی تھا جو ایک درویش صفت بزرگ تھے۔ اپکے اباو اجداد شاہ جہاں کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آکر بسا اور سلاطین مغلیہ کے تحت کئی مناصب پر فائز رہے۔[8] سرسید نے کل کی حاکم قوم کو ذلت و پستی کے گڑھے میں گرے ہوئے دیکھا۔ انگریزوں کی حکومت اور ان کی ساحرانہ تہذیب کے مناظر دیکھے۔ ان کو ملازمت، رفاقت اور دوستی و تعارف کے ذریعے مستشرقین اور انگریز حکمرانوں اور صاحبانِ علم و حکمت سے گہرا واسطہ پڑا۔ وہ ان کی ذہانت، قوتِ عمل اور تمدن و معاشرت سے ایسے متاثر ہوئے انہوں نے شخصی طور پر انگریزی تہذیب اور معاشرت کو اختیار کیا ان کا خیال تھا کہ اس ہم رنگی، حاکم قوم کی معاشرت و تمدن اختیار کرنے اور ان کے ساتھ بے تکلف رہنے سے وہ مرعوبیت

اور اور احساس کہتری و غلامی دور ہو جائے گا جس میں مسلمان مبتلا ہیں، حکام کی نظر میں ان کی قدر و منزلت بڑھ جائے گی اور وہ ایک معزز درجہ کی قوم کے افراد معلوم ہونے لگیں گے۔ سر سید لکھتے ہیں:

"جس مجموعہ مسائل و احکام و اعتقادات و غیرہ پر فی زمانہ اسلام کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے، وہ یقینا مغربی علوم عقلیہ کے مقابلے میں قائم نہیں رہ سکتا"۔[9]

سر سید نے اسلام اور مسلمانوں کو مغرب کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے جہاں دیگر کاوشیں کیں، وہاں قرآنی عقائد واحکام کی نئی تعبیر و تشریح کا بھی بیڑا اٹھایا اور اس سلسلہ میں ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی۔ سر سید کا نیا علم کلام اور اس کی بنیاد پر سامنے آنے والی تفسیری نگارشات ان کی فکر پر استشراقیت اور مغربیت کے گہرے اثرات کی واضح عکاس ہیں۔ سر سید نے اپنے علم کلام میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلام کے تمام احکام عقل کے عین مطابق ہیں اور قرآن حکیم میں کوئی بات ایسی نہیں جو جدید تمدن و ترقی کے منافی ہو۔[10]

ان کے علم کلام کا کامل اظہار ان کی "تفسیر القرآن" میں ہوا ہے۔ سید محمد عبد اللہ کے بقول "تفسیر القرآن" میں روایات سے بغاوت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ اس میں اصول، طریق کار اور نصب العین سب کچھ پرانی تفسیروں سے مختلف معلوم ہوتا ہے۔ سر سید کے افکار کا محور یہ ہے کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل اور اصولِ تمدن کے خلاف نہیں۔ دین میں صرف قرآنِ مجید یقینی ہے، باقی سب کچھ یعنی حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ اصولِ دین میں شامل نہیں۔"[11] سر سید کا اہم ترین تفسیری اصول یہ ہے کہ قوانینِ فطرت اور قرآنی آیات واحکام میں کبھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یہ دونوں اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، اس لیے ان دونوں میں ہم آہنگی ضروری ہے۔ بصورت دیگر قرآنی آیات واحکام میں تناقض لازم آئے گا۔[12] اسی لئے سر سید جنت و جہنم،[13] ملائک و شیطان[14] کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ بنیادی عقائد میں سے ہیں۔ سر سید سورت النجم کی آیت "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔"[15] کے تحت لکھتے:

"نبوت ایک فطری چیز ہے جو انسان میں اس کی دوسری صفات کی طرح خلقی طور پر موجود ہوتی ہے۔"[16]

اسلام کے نقطۂ نظر سے وحی نبی کی داخلی کیفیت یا فطری ملکہ نہیں بلکہ خارج سے بذریعہ فرشتہ نازل ہوتی ہے۔ اس کی تصدیق نہ صرف صحفِ سماوی سے ہوتی بلکہ عقلاً بھی اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ سر سید کی یہ تفسیر نامکمل ہے اسکی چھ جلدیں سورہ فاتحہ سے لے کر سورہ اسرا تک سر سید کی زندگی میں ہی علی گڑھ کالج سے شائع ہوئی، اور ساتویں جلد سورہ کہف سے سورہ طٰہ تک انکی وفات کے بعد علی گڑھ ڈپو نے چھاپی۔ اس میں اسلوب و تعبیر کی تبدیلی کے ساتھ شاہ عبد

القادرؒ کا ترجمہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور اس تفسیر کا نیا ایڈیشن دوست ایسو سی ایٹس نے 1998 میں شائع کیا جو 1388 صفحات، 7 جلدوں، اور 16 پاروں پر مشتمل ہے۔[17]

4.2:- تفسیر مواہب الرحمٰن (سید امیر علی)

مولانا سید امیر علی بن مطعم علی حسینی ملیح آبادی کی پیدائش جنگ آزادی کے ہنگامہ خیز دور میں لکھنؤ سے کچھ فاصلے پر ملیح آباد میں 1858ء میں ہوئی۔ مولانا امیر علی اردو زبان کی ضخیم ترین تفسیر کے مولف، فقہ حنفی کی اہم ترین کتابوں "ہدایہ" اور "فتاوی عالمگیری" کے مترجم تھے۔ "مدرسہ عالیہ" کلکتہ اور "ندوۃ العلما" لکھنو جیسی مرکزی درس گاہوں میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے۔[18] تفسیر مواہب الرحمٰن مولانا کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ بلکہ اسے اردو میں تفسیر ابن کثیر کی تخلیق نو (Reproduction) بھی کہا گیا ہے۔[19] مولانا کی اس تفسیر کو اردو زبان کی تفسیروں میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسے جامع البیان کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ علماء اور محققین کے درمیان بہت مشہور تفسیر ہے۔ تفسیر کا انداز بیان سمجھانے والا اور آسان ہے۔[20] تفسیر مواہب الرحمن کی تالیف کا سبب مالک مطبع نول کشور کی فرمائش بتایا جاتا ہے لیکن اس کی تالیف کا ایک اہم سبب باطل اور گمراہ فرقہ کی تردید اور مسلمانان برصغیر کے کم تعلیم یافتہ طبقہ کی اصلاح اور انہیں تجدد پسندانہ نظریات سے بچانا تھا جیسا کہ مولانا خود لکھتے ہیں کہ "مترجم نے یہ تفسیر اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے لکھی ہے اور خصوصاً کم علم مسلمانوں کا لحاظ کر کے ان کے عقائد کو شک وشبہ سے بچانے کے لیے وساوس شیطانی کے رفع کرنے میں بہت کوشش کی تاکہ نیچر، روافض اور خوارج کے اوہام سے بچ جاویں۔"[21]

اس لئے سید امیر علی نے مسلمانوں کی اصلاح و تجدید کا عزم کرتے ہوئے اصلاح عقائد کے موضوع کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ سر سید احمد خان نے اس آیت "وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔"[22] میں حضرت موسی کے لئے فرق بحر بطور معجزہ انکار کیا ہے۔ اور فرعون کی غرقابی کو بحیرہ قلزم میں جوار بھاٹا کی وجہ سے قرار دیا۔ سید صاحب نے اس سخت تنقید فرمائی ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں اور ناقد کی عربی زبان سے نابلد ہونے کی نشانی ہے اور آپ نے تفصیلا جعرافیائی حدود اور عقلی دلائل سے رد فرمایا۔[23]

اگرچہ تفسیر مواہب الرحمٰن کو مولانا امیر علی نے اس دور کی نہایت ہی سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا ہے لیکن چونکہ زبانیں ہر صدی میں ایک نئی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور اس کی زبان موجودہ اردو زبان سے کافی مختلف ہو گئی ہے۔ چونکہ یہ تفسیر معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے جو صحابہ کرام، تابعین، محدثین و مجتہدین اور آئمہ کے مسلک کو تفصیلی طور پر بیان کرتی ہے لہذا اس تفسیر کو جدید زبان کے مطابق ڈھالا جائے اور جدید طرز پر اس کی کتابت

واشاعت کی جائے جس سے یہ ایک ضخیم اور جامع تفسیر بن جاتی ہے اور بقول ڈاکٹر سید شاہد علی اس میں کل اقوال مفسرین جمع ہیں اردو داں طبقہ اپنے اسلاف کے گراں قدر علمی ذخیرے سے راست طور پر مستفید بھی ہو سکے گا۔[24]

تقریباًنو ہزار صفحات پر مشتمل مولانا موصوف کی یہ تفسیر ۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۲ء تک نول کشور پریس لکھنو سے شائع ہوتی رہی۔ اس مطبع نے اسے دو مرتبہ شائع کیا۔ اس کی آخری اشاعت ۱۹۳۱ء میں ہوئی اس کے بعد ایک لمبی مدت تک یہ تفسیر نایاب رہی۔ پھر جنوری ۱۹۷۷ء میں مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور نے اسے شائع کیا۔ اولاً یہ تفسیر قرآن مجید کے تیس پاروں کی تیس جلدوں میں شائع ہوئی تھی پھر اسے دس ضخیم جلدوں میں شائع کیا گیا۔ گیارہویں جلد جسے جناب محمد خواص خان صاحب ضلع مانسہرہ نے مرتب کیا ہے تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں تفسیر کے مضامین اور مسائل واحکام کی جامع فہرست تیار کی گئی ہے گویا یہ تفسیر کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

4.3:- تفسیر فتح المنان (عبد الحق حقانی)

مولانا عبد الحق حقانی بن محمد میر حنفیؒ 1267ھ میں صوبہ پنجاب کے شہر انبالہ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد کانپور منتقل ہوئے اور وہاں پر انہوں نے مولانا عبد الحق بن غلام رسول حسینی کانپوری اور مولانا لطف اللہ بن اسد اللہ کوئلی سے بعض درسی کتابیں، پھر مراد آباد جاکر مولانا عالم علی شاہ سے صحاح کی بعض کتابیں، دہلی میں بالخصوص محدث سید نذیر حسین دہلوی سے بھرپور استفادہ کیا اور اس طرح تعلیمی سفر کی تکمیل کر کے مدرسہ فتح پوری دہلی سے بحیثیت مدرس وابستہ ہوگئے،[25] پھر تدریس کو ترک کر کے تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔[26]

مولانا حقانی نے اردو میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر فتح المنان فی تفسیر القرآن کے نام سے تالیف کی جو "تفسیر حقانی" کے نام سے مشہور و معروف ہے جس کا شمار اردو کی مستند تفسیروں میں ہوتا ہے۔ مولانا کے دور میں الحاد ودہریت کے ہلاکت خیز طوفان نے اسلام کے متعلق بے شمار شکوک وشبہات پیدا کر دیے تھے اور اسلام سے عدم واقفیت کے نتیجے میں مسلمان اس سے متاثر ہو کر الحاد ودہریت کے فتنہ کا شکار ہو رہے تھے۔ مولانا موصوف نے ان پر آشوب حالات میں اپنی تصانیف کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔ اس تفسیر کے شروع میں مصنف نے تقریبا (۲۱۲) صفحات پر مشتمل تفصیلی مقدمہ تحریر کیا ہے جس کو تین ابواب اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔ اس میں مصنف نے تمام مسائل عقدیہ کا تفصیلا ذکر کر کے احکام شرعیہ کو ثابت کیا ہے۔[27] مقدمہ اور تفسیر میں جگہ جگہ سرسید پر تنقید کی ہے۔[28] مولانا حقانی نے اردو میں قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر فتح المنان فی تفسیر القرآن کے نام سے تالیف کی جو "تفسیر حقانی" کے نام سے مشہور و معروف ہے جس کا شمار اردو کی مستند تفسیروں میں ہوتا ہے۔ یہ

ترجمہ و تفسیر پہلی بار مطبع مجتبائی دہلی سے مکمل آٹھ جلدوں میں ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ تفسیر فتح المنان معروف بہ تفسیرِ حقانی کے ساتھ یہ ترجمہ ۸ جلدوں میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کے اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا حقانی نے ۹۰۰ صفحات پر محیط یہ تفسیر ۶۰ سال کی عمر میں صرف ۴ مہینے کی قلیل مدت میں اردو کے تشکیلی عہد میں قلم بند کی تھی۔

4.4:- مجموعہ تفاسی فراہی از حمید الدین فراہی

ابو احمد حمید الدین فراہی (انصاری) بن عبد الکریم، مولانا فراہی کی جائے پیدائش بھارت کے صوبہ یوپی (موجودہ اتر پردیش) ضلع اعظم گڑھ کا ایک گاؤں پھریہا میں 6 جمادی الثانی 1230ھ بروز بدھ بمطابق 18 نومبر 1863ء کو ہوئی۔[29] امام فراہی نے اپنے پیچھے بہت بڑا علمی کام چھوڑا۔ ان میں سے کچھ ان کی زندگی میں اور کچھ بعد میں شائع ہوا۔ ان کا بیش تر کام عربی میں تھا جن میں بہت سی کتابوں کا ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے۔

مولانا موصوف قرآنیات اور دورِ جدید کے ایسے مفکر ہیں جنہوں نے فہم قرآن کے حوالے سے اصول و ضوابط کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ موصوف مفسر نے تفسیرِ قرآن کے روایتی اسلوب کے برعکس مجتہدانہ منہج کو متعارف کیا اور اسی کی ترویج کے لیے کوششیں کیں۔ مولانا موصوف نے اپنی تفسیری تصنیفات میں بطورِ خاص نظم قرآن کا ایک خاص اور وسیع تصوّر پیش کیا۔ مصنف کے مطابق قرآن مجید شروع سے آخر تک الفاظ و معانیٰ، ترکیب اور موضوع کے اعتبار سے مکمل طور پر منظم و مربوط ہے۔ قرآنی سورتیں اور آیات میں مکمل طور پر ربط اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس تفسیر کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ مصنف نے اپنی اس تصنیف میں نظمِ قرآن اور مناسباتِ آیات و سور کا بہترین اہتمام کیا ہے۔ موصوف کے نزدیک یہی وہ اصول ہے جس میں فہم قرآن کی کلید پوشیدہ ہے۔[30] مولانا موصوف نے نظمِ قرآن کی اس حقیقت کو مضبوط عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے اور "نظام القرآن"[31] کے نام سے شائع ہونے والے تفسیری مجموعے میں عملی طور پر اس کو برتا بھی ہے۔ اس مجموعے میں قرآن مجید کی آخری صورتوں کے نظم و مناسبات کو تفصیلی دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ موصوف مصنف نے اپنی تفسیر میں متکلمین کے انداز تفسیر پر شدید تنقید کی ہے کہ انھوں نے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے الفاظِ قرآن کی ایسی تعبیرات پیش کیں جو منشاء قرآن کے ہی خلاف ہیں۔[32] مولانا فراہی کے اسلوب کی ایک خاص بات ہے کہ آپؒ نے قرآن مجید میں مذکور خوارقِ عادت واقعات و معجزات کی عقلی اور سائنسی تشریح کی ہے۔[33]

4.5:- تفسیر ثنائی (ثناءاللہ امرتسری)

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ 1868ء کو امر تسر میں پیدا ہوئے آپ نے ابتدائی تعلیم امر تسر میں پائی۔ سات سال کی عمر میں والد اور چودہ برس کی عمر تک پہنچتے والدہ بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ بنیادی تعلیم مولانا احمد اللہ امر تسر سے حاصل کرنے کے بعد استاد پنجاب، مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی سے علم حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا ثناء اللہ امر تسری ایک بلند پایہ مفسر قرآن، محدث، مورخ، ادیب، صحافی، معلم اور متکلم، فلسفی اور مناظرہ کے امام تھے۔ ادیانِ باطلہ کی تردید میں آپ ممتاز مقام رکھتے تھے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی: "مولانا ثناء اللہ امر تسری ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ آپ سچے عاشق رسول ﷺ تھے آپ نے جس سرگرمی و تندہی سے عقیدہ ختم نبوت ﷺ کا دفاع کیا، ایسی سعادت کم ہی مسلمانوں کے حصے میں آئی ہے۔[34]

اس زمانہ میں مخالفین کی طرف سے جو شبہات اسلام کے خلاف پیش کئے جاتے تھے، مولانا نے ان کا علمی اور تحقیقی جواب دیا ہے اور اسلام کی حقانیت کو ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے اس تفسیر کے لکھنے کا محرک کیا ہوا؟ اس کو مولانا کے ایک عزیز نے تفسیر ثنائی کے شروع میں نقل کیا ہے،[35] آیات کا ترجمہ سہل انداز میں کیا گیا ہے تفسیر مختصر مگر جامع ہے، عام طور سے مصنف نے تشابہ آیات کی تفسیر اور بعض نزاعی مسائل میں سلف یعنی متقدمین علماء کے مسلک کو راجح قرار دیا ہے۔[36] تفسیر ثنائی میں بلخصوص اب ﷺ کی نبوت ورسالت، غزوات ﷺ، تعدد ازواج نبی ﷺ، حکمت و مشروعیت جہاد جیسے کلامی مباحث شامل ہیں،[37] اور ساتھ مسلمانوں میں رائج مشرکانہ رسوم[38] اور بطور خاص شیعہ عقائد پر نقد فرمایا ہے۔[39] یہ مولانا کی دوسری مکمل تفسیر ہے، جو نہایت ہی جامع ہے آٹھ جلدوں میں متعدد بار شائع ہوئی ہے، اب جدید ایڈیشن کو تین جلدوں میں ضم کر دیا گیا ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء میں اور جلد ہشتم ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء میں مکمل ہو کر شائع ہوئی ہیں۔ جس کے بعد بار بار طبع ہوئی اور ہو رہی ہے۔ مولانا ہی کے ترجمہ کو بنیاد بنا کر اور اس پر منتخب حواشی کا اضافہ کر کے حضرت مولانا محمد داؤد راز (رح) صاحب نے ایک نیا ایڈیشن چھاپا۔

4.6:- ترجمان القرآن از ابو الکلام آزاد

مولانا ابو الکلام 11 نومبر 1888ء کو پیدا ہوئے اور 22 فروری 1958ء کو وفات پائی۔ مولانا ابو الکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ آپ کے والد بزرگوار محمد خیر الدین انہیں فیروز بخت (تاریخی نام) کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا تعلق مدینہ سے تھا۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ پھر جامعہ ازہر مصر چلے گئے۔ چودہ سال کی عمر میں علوم مشرقی کا تمام نصاب مکمل کر لیا تھا۔[40] قرآن حکیم مولانا کے غور و فکر کا سب سے اہم ماخذ تھا، انہیں قرآن حکیم سے ایک طویل رفاقت حاصل تھی۔ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں: "میں نے قریب قریب تیئیس سال قرآن کو اپنا موضوعِ فکر بنایا۔ میں نے ہر پارے، ہر سورۃ اور ہر آیت اور ہر لفظ کو گہرے فکر و نظر سے

دیکھا۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ قرآن کی موجودہ تفاسیر مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کا بہت بڑا حصہ میری نظر سے گزرا ہے، میں نے فلسفۂ قرآن کے سلسلے میں ہر مسئلے کی تحقیق کی ہے۔"[41]

مولانا کی تفسیر ترجمان القرآن اور اس کا ترجمہ ایک اہم علمی تحفہ ہے۔ خاص کر ترجمہ تو بہت ہی عمدہ چیز ہے ،[42] مولانا نے ترجمہ میں عام قاری کے ذہن کو ملحوظ نظر رکھا ہے، اور مطالب قرآنی بالکل سادہ مگر اعلیٰ زبان میں پیش کر دیے ہیں۔[43] مولانا کی کتاب میں ایک داعیانہ سوز پایا جاتا ہے، ولانا معتدل فکر رکھتے تھے۔ انہوں نے عقل و نقل دونوں سے برابر رہنمائی حاصل کی۔ ان کے لیے رہنما شاہ ولی اللہ دہلوی کا منہج فکر تھا۔[44] مولانا نے اپنی تفسیر میں بغیر نام لیے سر سید احمد خان اور ان کے ہمنوا دیگر مفکرین کا عمدہ طریقے سے رد کیا ہے۔ مولانا کا یہ رد خالص علمی اور مثبت انداز میں ہے،[45] ترجمان القرآن جو پہلی بار 1931ء میں طبع ہوئی تھی، دوسرا ایڈیشن 1964ء میں ساہتیہ اکادمی رابندرابھون، نئی دہلی سے مالک رام کے حواشی کے ساتھ منظر عام پر آیا ہے، ترجمان القرآن تفسیر سورۂ بنی اسرائیل تک ہے، زیادہ تر ترجمہ اور مختصر حواشی ہیں، حواشی اختصار کے باوجود جامع ہیں؛ البتہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا حصہ بہت ہی مبسوط اور مفصل ہے اور گویا قرآن مجید کے مقاصد کا خلاصہ اور خود مولانا آزاد کے بہ قول قرآن کا عطر اور نچوڑ ہے۔

4.7:- تفسیرِ ماجدی، عبد الماجد دریا آبادی

برصغیر کے معروف ادیب، مفسّر، فلسفی اور انشاء پرداز عبد الماجد دریا آبادیؒ (1898 – 1977ء) نے دیگر اسلامی علوم و فنون کے علاوہ علم الکلام اور قرآنیات[46] میں متعدد کتب تحریر کیں۔ قرآنیات کے باب میں موصوف نے دو تفاسیر اردو اور انگریزی زبان میں تحریر کیں۔ اردو زبان میں مصنف موصوف نے "تفسیرِ ماجدی" کے نام سے ایک اہم تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر 1944ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ پہلی مرتبہ یہ تفسیر تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی سے 1952ء میں ایک جلد میں شائع کیا جو 1250 صفحات پر مشتمل تھی۔ ہندوستان میں اس کی صرف تین جلدیں صدقِ جدید بک ایجنسی لکھنؤ سے شائع ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں موصوف مفسر کی اردو زبان میں مکمل تفسیر پہلی مرتبہ مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ سے چار جلدوں میں شائع ہوئی۔[47]

یہ تفسیر چند خصوصیات کی وجہ سے دیگر تمام اردو تفاسیر سے منفرد و ممتاز ہے۔ اس تفسیر میں جابجا یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا عقلی و فلسفیانہ انداز میں ردّ کیا گیا ہے۔ تفسیر میں مصنف کے مطالعہ مسیحیت و یہودیت اور مغربی فلسفہ کی گہرائی کا پوری طرح سے اظہار ہوتا ہے۔ موصوف نے اس تفسیر میں جدید افکار و نظریات اور فلسفیانہ افکار و آراء کے ضعف اور کمزوری کو بڑے جاندار اور مدلّل انداز میں آشکار کیا ہے۔[48] مستشرقین نے اسلام، قرآن اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراضات کیے ان تمام کا علمہ محاکمہ اور ردّ قرآن و حدیث، عقل و فلسفہ اور تورات و

انجیل کے حوالہ جات کے ساتھ کیا ہے۔[49] مصنف کا اندازِ تفسیر ہر لحاظ سے منفرد و ممتاز ہے۔ تفسیرِ ماجدی کلام مجید کی ایک ایسی جدید کلامی تفسیر ہے جس تورات و انجیل کے اقتباسات کی روشنی میں یہودیت و نصرانیت کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جدید مغربی افکار، خیالات اور نظریات کا دلائل کے ساتھ ردّ کیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں موصوف مصنف نے آیاتِ الٰہیہ کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں قدیم و جدید ماخذ سے انتہائی اہم مواد کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے جو اردو دان طبقے کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔

4.8:- معارف القرآن (مولانا ادریس کاندھلوی)

معارف القرآن کے نام سے دو تفاسیر مشہور و معروف ہیں۔ ایک مفتی محمد شفیع اور دوسری مولانا ادریس کاندھلویؒ کی تصنیف ہے۔ اس بحث میں مولانا ادریس کاندھلویؒ[50] کی تفسیر معارف القرآن اور اس کے اسلوب کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اردو زبان کی یہ اہم تفسیر آٹھ (8) جلدوں پر مشتمل ہے جس کو مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ نے خوبصورت طباعت سے آراستہ کیا ہے۔ علم الکلام مولانا موصوف کا پسندیدہ موضوع رہا ہے یہی وجہ ہے کہ صرف اس ایک موضوع پر آپؒ نے چوبیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔[51] ان تصانیف میں مولانا موصوف اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کی جاندار کوششیں کرتے نظر آتے ہیں کہ دینِ اسلام کے تمام احکام و اصول عقلی ہیں اور کوئی فروعی حکم بھی خلافِ عقل نہیں ہے۔ معارف القرآن کی تصنیف کا اہم مقصد دورِ جدید میں مغربی افکار و نظریات کے چیلنجز کے مقابلے میں مسلمانوں کے عقائد و نظریات کا تحفظ و دفاع اور مغربی تہذیب و تمدن سے متاثر مصلح مصلحین اور عوام کے عقائد و نظریات کی اصلاح ہے۔ موالانا موصوف اس تصنیف کی غرض وغایت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی تفسیر لکھی جائے جو مطالبِ قرآنیہ کی توضیح و تشریح اور ربطِ آیات کے علاوہ احادیثِ صحیح اور اقوالِ صحابہ و تابعین پر اور بقدری ضروت لطائف و معارف اور نکات و مسائل مشکلہ کی تحقیقات اور ملاحدہ اور زنادیقہ کی تردید اور ان کے اعتراضات کے جوابات پر بھی مشتمل ہو۔ تاکہ کلام خداوندی کی عظمت و شوکت اور اس کی جامعیت اور اعجاز کے کچھ پہلو نظروں کے سامنے آجاہیں۔"[52]

تفسیر معارف القرآن کے کلامی مباحث متنوع ہیں۔ موصوف مصنف نے اس تفسیر میں جن کلامی مسائل پر تفصیلی بحث کی ہے ان میں واحدانیتِ ذاتِ باری تعالیٰ، اسماء و صفاتِ الٰہیہ، نبوت و رسالت، عصمت انبیاء کرام، معجزات اور آخرت شامل ہیں۔ ان مسائل کی بحث میں موصوف نے مختلف فرقوں کے عقائد، نظریات اور نقطہ ہائے نظر پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے اس کے علاوہ فلاسفہ ملاحدہ اور جدید الہادی نظریات کے حاملین کے اعتراضات کے مدلّل

جوابات دیئے ہیں۔[53] تفسیر معارف القرآن حقیقتاً کلامی اسلوب کی ایک نمائندہ تفسیر ہے جس میں بیسیوں کلامی مباحث پر جاندار بحث کی گئی ہے۔

سطورِ بالا میں ذکر کردہ تفاسیر قرآن بلاشبہ برصغیر پاک وہند کے علاقے میں لکھی گئی اردو زبان کی مایہ ناز تفاسیر ہیں جن میں کلامی مباحث کثرت سے ملتے ہیں۔ ان مذکورہ تفاسیر کا اسلوب و انداز غالب طور پر کلامی ہے۔ جن میں مفسرینِ کرام نے اپنے اپنے زمانے کے حالات وواقعات اور مسائل کے تناظر میں اپنے اپنے انداز میں کلامی مباحث پر مدلّل انداز میں بحث و تحقیق کی ہے۔ ان جملہ تفاسیر میں ایک مشترک چیز جو کثرت سے ملتی ہے وہ یہ کہ تقریباً تمام مفسرین کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں مخالفینِ اسلام خصوصاً مستشرقین کی طرف سے دینِ اسلام، قرآنِ مجید، سیرتِ رسول اور عقائدِ اسلام پر جو اعتراضات کیے گئے تھے، ان کے جوابات دینے اور اسلامی نظریات کے عفاع میں مجتھدانہ کوششیں کیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام مفسرین کرام نے فرقِ باطلہ کے عقائد و نظریات پر بھی سخت تنقید کی ہے۔ من جملہ درج بالا تمام تفاسیر کا غالب اسلوب کلامی، عقلی اور فلسفیانہ ہے۔

سطورِ بالا میں ذکر کردہ تفاسیر کے علاوہ بھی برصغیر پاک وہند کے اس زرخیز خطے میں دیگر بہت سی ایسی تفاسیر لکھی گئی جن میں بہت سے کلامی مباحث کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہاں ان تفاسیر کے صرف نام مع مصنفین ذکر کیے جاتے ہیں۔ اس قسم کی تفاسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر تدبر القرآن، مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن، پیر محمد کرم شاہ کی تفسیر ضیاء القرآن، محمد علی لاہوری کی تفسیر بیان القرآن، مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن، مولانا محمد شفیع کی معارف القران، مولانا وحید الدین خان کی تفسیر وحیدی، غلام رسول سعیدی کی تبیان القران اور علامہ شبیر احمد عثانی کی تفسیر عثانی اہم شمار کی جاتی ہیں۔ ان تفاسیر میں بھی ان گنت کلامی مباحث پر بڑے مدلّل انداز میں تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔

5:- نتائج بحث

اس مختصر مقالے میں کی گئی تحقیق و تجزیے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

- کلامِ پاک کی تفسیر کے کلامی اسلوب و منہج کا آغاز وارتقاء اولاً دوسری صدی ہجری کے آخر میں عباسی خلفاء کے دور میں ہوا جب دیگر زبانوں کے علوم وفنون کو عربی زبان میں منتقل کیا گیا اور دینِ اسلام اور عقائدِ اسلام پر مختلف اعتراضات ہونے لگے۔
- معتزلہ نے ابتداءً تفسیر کلامِ الٰہی کے ضمن میں عقلی، کلامی اور فلسفیانہ انداز متعارف کروایا جسے بعد میں آنے والے اہلِ علم و تحقیق نے عروج عطا کیا۔

- برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکومتوں کے زوال انگریزوں کے تسلط اور غلبے کے دور میں یہاں تفسیر قران کے کلامی اسلوبِ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ یہاں اس اسلوب کے اوّلین اور نمائندہ مفسرین میں سر سید احمد خان قابلِ ذکر ہیں۔
- برصغیر پاک و ہند کے اس خطے کے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں جملہ فرقِ باطلہ کی تردید کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے اعتراضات کے بھی مدلّل جوابات دیئے ہیں۔
- کلامی انداز و اسلوب میں لکھی گئی تفاسیر میں بعض تفاسیر انتہائی طویل اور تفصیلی ہیں جن میں تمام کلامی مباحث کو مکمل تفصیل اور دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس بعض تفاسیر مختصر مگر جامع انداز میں بھی موجود ہیں۔
- مقالے میں بیان کردہ کلامی تفاسیر میں مستشرقین اور فرقِ باطلہ کی تردید اور ان پر تنقید ایک مشترک چیز ہے جس کو تمام مفسرین کرام نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔
- کلامی اسلوب کی تفاسیر یہاں کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کی طرف سے اور ہر دور میں لکھی جاتی رہی ہیں۔

حواشی

[1] النحل:44

[2] تفصیل کے لیے دیکھیے: علم الکلام اور الکلام، شبلی نعمانی، نفسی اکیڈمی، کراچی، 1979ء، ص34 سے آگے۔

[3] معتزلہ نے اپنے عقائد و نظریات کے اثبات کے لیے یونانی فلسفہ اور منطق کی بنیاد پر صرف عقل و فکر سے کام لیا اور احادیثِ رسول ﷺ اور روایاتِ صحابہ کرام سے روگردانی کی۔ جس کے نتیجے میں نھوں نے صفاتِ الہیہ، رﷺیتِ باری تعالیٰ، دضال، یاجون و ماجوج، جزا و سزا، ملائکہ میزان اور دیگر بہت سے اسلامی عقائد کا انکار کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کو حادث اور مخلوق قرار دیا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: الملل و النہل، عبدالکریم شہرستانی، مکتبہ الانجلو المصریہ، قاہرہ، 1989ء، ص49 سے 55 تک۔

[4] تفصیل کے لئے دیکھیے: تاریخ تفسیر والمفسرونِ غلام احمد حریری، ملک سنز پبلیشرز، فیصل آباد، 1999ء، ص349 سے آگے۔

[5] اہلِ برصغیر کی عربی زبان میں قرآنی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصّہ، زبید احمد، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1991ء، ص43 سے 64 تک۔ ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، محمد سالم قدوائی، ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، 1993ء

[6] برصغیر کے باشندہ کی مقامی زبان ہونے کے سبب یہاں کے اہلِ علم نے سب سے زیادہ اسی زبان میں قرآنیات کے میدان میں کاوشیں کیں۔ قرآنِ مجید کے مختلف اردو تراجم اور تفاسیر کے تفصیل کے لیے ملاحضہ کیجیے: قرآن حکیم کے اردو تراجم، صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، میر محمد کتب خانہ، کاراچی، س-ن، اردو تفاسیر، جمیل نقوی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1992ء،

[7] شاہ عبدالعزیزؒ نے فارسی زبان میں "فتح العزیز" کے نام سے قرآن کی تفسیر املا کروائی۔ شاہ عبدالقادرؒ نے "موضح القرآن" کے نام سے اردو زبان میں قرآن کا بامحاورہ ترجمہ کیا۔ شاہ رفع الدینؒ نے بھی اردو زبان میں الفاظ کے نیچے ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا۔

[8] ڈاکٹر محمد الیاس، تفسیر القرآن از سر سید احمد خاں کیا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، البصیرہ، ج4 شمارہ2، 2015ء ص107

9 حیات جاوید، الطاف حسین حالی، اسرلان بکس ص: 1/ 225۔ نیز سرسید کی کہانی ان کی اپنی زبانی، ص:107

10 محمد اکرم شیخ، موج کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1996، ص:157؛ سید عبداللہ، سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ، اسلام اباد، مقتدرہ قومی زبان، 1994، ص:30-33

11 ایضا، ص 31-32

12 ظفر الحسن، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1987، ص 251-254؛ 'سرسید کا بنیادی اصول لا آف نیچر" در تحقیقات اسلامی، علیگڑھ ، جولائی، ستمبر، 1990، ص:297-310

13 سرسید لکھتے ہیں" یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفعل مخلوق موجود ہوں، قرآن سے ثابت نہیں۔ تفسیر القران از سرسید، رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، ص:1/ 31

14 سرسید کے مطابق قران کریم میں ملائکہ سے مراد انسان کے قوائے ملکوتی اور شیطان سے مراد قوائے بہیمی ہیں۔ اور انکی بابات جیسا اعتقاد عام مسلمان رکھتے ہیں قہ ثابت نہیں۔ تفسیر القران، ص:1/ 42۔ ایضا، ص:156

15 النجم: 3 – 4

16 یہ فطری صفت مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے، مثلاً ہدایتِ کامل کی فطرت، ملکۂ نبوت، ناموسِ اکبر اور جبریلِ اعظم وغیرہ۔ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکۂ نبوت کے جسے جبریل بھی کہا جا سکتا ہے اور کوئی ایلچی یا پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ نبی کا دل ہی وہ آئینہ ہے جس میں تجلیاتِ ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہے جس میں سے کلامِ خدا کی آوازیں نکلتی ہیں۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے جو خدا کے بے حرف وصوت کلام کو سنتا ہے۔ اسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل ہوتی ہے۔ اسی کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے، جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے۔ اس کو کوئی نہیں بلواتا، وہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے

17 ڈاکٹر محمد الیاس، تفسیر القرآن از سرسید احمد خاں کیا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، البصیرہ، ج4 شمارہ2، 2015ء ص 111

18 نور حبیب اختر، مواہب الرحمن کا تحقیقی مطالعہ۔ ص۔ ۲۰، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب ۲۰۰۷ء

19 تفسیر ابن کثیر میں مذکور روایات وآثار کے ذخیرے میں جو اسرائیلی روایات نقل ہو کر ہماری تفاسیر کا حصہ بنی ہیں تفسیر مواہب الرحمن میں بھی ان کو نقل کیا گیا ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے میں مولف موصوف کی احتیاط و تصدیق اور ان کے متعلق سخت موقف رکھنے کے باوجود چند ایسی روایات بھی اس تفسیر میں نقل ہو گئی ہیں کہ جو معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تفسیر مواہب الرحمن جمہور علماء کے مسلک کی بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ مسائل کے ذیل میں آپ نے تمام فقہی مسائل بیان کر دیے ہیں اور تعامل صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور آئمہ، مجتہدین و محدثین کے اختلاف کو رحمت قرار دیتے ہیں اور جو لوگ اسے وجہ نزاع قرار دیتے ہیں ان لوگوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔

20 ہر سورہ کی ابتدا میں تفصیل سے احادیث کے حوالوں اور صوفیاء کے اقوال کے ساتھ اس سورہ کے فضائل بیان فرماتے ہیں۔ ہر آیت کا ترجمہ اسی کے نیچے دیا گیا ہے اور اس کی تفسیر صفحہ کے نیچے محققانہ انداز میں پوری وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے۔ آیت یا سورہ کی شان نزول کو پوری تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ زبان میں سادگی اور سلاست کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

21 تفیسر مواہب الرحمن، جلد30 ص854

22 البقرۃ: 50

23 اول تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ نقشہ بطلیموس کے نقشہ کے موافق ہے۔ دوم یہ کیا ضروری ہے کے بطلیموس کے زمانہ میں جو حضرت موسی کے سینکڑوں برس بعد کا ہے، بحر قلزم بدستور ہو، ممکن ہے کی بقواعد جیولوجی اس قوت نئی حالت پیدا ہوئی ہو جو اس وقت نا تھی۔ اور اب بھر ویسی ہو گئی ہو۔ سوم اب بھی بحر احمر موجود ہے۔ اس تقدیر پر اس زمانہ اور اس زمانہ حام میں فرق ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے۔ چہارم، یہ سب تسلیم بھی کیا جائے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیل بحر

قلزم کی نوک پر سے گزرے تھے۔ جہاں کی ایسا کنارا تھا کہ پانی خشک ہو جاتا تھا۔ جہاں کہ مدعی نے نقطے لگائے ہیں۔ پنجم اگر یہ تھا تو کیا فرعون کو اس کنارہ کا علم نا تھا اور جب کہ اس کے ساتھ سیکنڑوں اس ملک کے واقف تھے تو مقتضائے قانون فطرت چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس کنارے سے بھیٔ دو چار کوس ہٹ کر چلتے۔ ششم اگر پاس تھا تو انہیں کیا مصیبت پڑے تھی کہ اا اس مقام سے گزریں کہ جہاں پانی پایاب ہو گیا ہو اور کیچڑ باقی ہو اور جس میں چلنا دو بھر، بلکہ مقتضائے عقل تو یہ تھا کہ اس نوک سے دو کوس دور گزرتا، مدعی کہاں تک تاویل کرے گا۔

24 ڈاکٹر سید شاہد علی، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، ص۔۳۸، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۰۹ء

25 مولانا عبد الحق کے سوانحی تذکرہ کے لئے؛ سفیر اختر، علما دیوبند اور مطالعہ مسیحیت، لوہسر شر فو، واہ کینٹ، 2003، ص:16-17

26 آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں: (۱) التعلیق النامی علی الحسامی (۲) عقائد اسلام (اردو) (۳) البرہان فی علوم القرآن (اردو) (۴) فتح المنان فی تفسیر القرآن

27 ہر باب کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مصنف نے الوہیت و وحدانیت، نبوت کی ضرورت، وحی اور الہام کی حقیقت و ضرورت، معجزات کی حقیقت و ضرورت، کرامت وغیرہ کی تحقیق، عالم ملکوت، عالم جن کے وجود کے دلائل اور اس کی تفصیل، ملائکہ و جن و شیاطین کی حقیقت نیز عالم ملکوت اور عالم جن کے سلسلہ میں فلاسفہ، پادریوں اور بالخصوص سر سید کے غلط نظریات کی تردید کو مفصل و مدلل تحریر کیا ہے۔ اسی ضمن میں الوہیت مسیح، تثلیث اور یہود و نصاری کے دیگر باطل عقائد پر بھی کاری ضرب لگائی ہے۔ مقدمہ میں نزول قرآن اور جمع قرآن کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ باب دوم میں آٹھ فصلیں ہیں اور باب سوم میں پانچ فصلیں ہیں۔ باب سوم میں کتب سابقہ کی تحقیق و تفصیل اور ان کے حوالے سے شکوک و شبہات کے مدلل جوابات مذکور ہیں۔ خاتمہ پر معتبر تفاسیر کا تعارف اختصار کے ساتھ لکھا ہے اور کسی تفسیر کے معتبر ہونے کا قاعدہ کلیہ بھی ذکر کیا ہے۔

28 سر سید کی تفسیر القرآن کا تعارف کراتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ: "آنریبل سید احمد خان بہادر دہلوی کی تصنیف ہنوز ناتمام ہے، اس شخص نے ترجمہ شاہ عبد القادر کو ذرا بدل کر ترجمہ کیا ہے، اور باقی اپنے ان خیالات باطلہ کو (جو کہ ملحد یورپ سے حاصل کئے ہیں اور جن کا اتباع ان کے نزدیک ترقیٔ قومی اور فلاح اسلام ہے) درج کیا ہے، اور بے مناسبت آیات واحادیث واقوال علماء کو اپنی تائید میں لا کر الہام الٰہی کو تحریف کیا ہے، دراصل یہ کتاب تحریف قرآن ہے نہ کہ تفسیر"

29 سید سلیمان ندوی، یاد رفتگان، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، س۔ن، ص:110-132

30 دیکھیے: مقدمہ نظام القرآن، (مجموعہ تفاسیر فراہی) فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1991ء، ص62 - 67

31 "نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان" دراصل قرآن مجید کی آخری چند صورتوں کی تفسیر ہے جس میں مصنف نے قرآن کے داخلی نظم اور آیات کے درمیان ربط و مناسب کو بڑے جاندار دلائل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مولانا موصوف کے نظم قرآن کے تصور کی تفصیل کے لیے دیکھیے: البرھان فی نظم القرآن، محمد عنایت اللہ سبحانی، دار المجتمع للنشر والتوزیع، جدہ1994ء

32 مقدمہ نظام القرآن، ص27 - 32

33 خوارق عادت واقعات و معجزات کی عقلی و سائنسی تعبیر کے لیے کے ضمن میں مولانا موصوف سورۃ الفیل میں مذکور واقعہ میں لشکر کی ہلاکت کا سبب تیز آندھی اور چیچک کو قرار دیا ہے۔ تفصیلی دلائل کے لیے دیکھیے: مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کا ایک مطالعہ، عبید اللہ فہد فلاحی، مجلہ علوم القرآن علی گڑھ، (جنوری-دسمبر 1991ء) ص97 -107

34 ۱۸۹۱ء میں جب مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیحیت کیا' آپ اس وقت طالب علم تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے ردِ قادیانیت کو اختیار کر لیا۔ قادیانیت کی دیوار کو دھکا دینے میں مولانا نے کلیدی کردار ادا کیا۔ مرزا غلام احمد کے چیلنج پر اس کے گھر جا کر اسے مناظرے کے لیے للکارا کہ مرزا قادیانی اپنے گھر تک محدود ہو کر رہ گیا۔ ردِ قادیانیت میں مولانا ثناء اللہ امر تسری نے "تاریخ مرزا، فیصلہ مرزا، الہامات مرزا، نکات مرزا، عجائبات مرزا، علم کلام مرزا، شہادت مرزا، شاہ انگلستان اور مرزا، تحفہ احمدیہ، مباحثہ قادیانی، مکالمہ احمدیہ، فتح ربانی، فاتح قادیان اور بہا اللہ اور مرزا۔" جیسی کتب لکھیں۔

35 خود مولانا ثناء اللہ امر تسری لکھتے ہیں۔ اس تفسیر کے لکھنے کا مجھے دو وجہ سے خیال پیدا ہوا۔ ایک تو میں نے کہا کہ مسلمان عموماً فہم قرآن شریف سے ناواقف بلکہ شناخت حروف سے بھی نا آشنا ہیں۔ ایسے وقت میں عربی تصانیف سے ان کا فائدہ اٹھانا قریب بمحال ہے۔ اردو تفاسیر سے بھی بوجہ کسی قدر طوالت کے عام لوگ مستفید نہیں ہو سکتے۔ نیز ان کا طرز بیان خاص طریق پر ہے۔ دوم میں نے مخالفین اسلام کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی اور ہیچمدانی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔ خدا کی پاک کتاب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر معترض ہو رہے ہیں۔ حالانکہ کل سرمایہ ان کا سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں، جن میں بعض تو تحت لفظی ہیں، اور بعض کے محاورات بھی انقلاب زمانہ سے منقلب ہو گئے۔ اس لیے وہ بھی مطلب بتلانے سے عاری ہیں،

36 اس پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا کہ مولانا ثناء اللہ ۴۰ جگہوں پر محدثین کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، اس پر کافی مباحثہ ہوئے لیکن مشاہیر علماء کی ایک بڑی تعداد نے یہ متفقہ فیصلہ دے کر ان اعتراضات کو ختم کر دیا۔ مبین احمد ندوی، مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیری خدمات، مشمولہ قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برسوں میں، ص۔ ۲۰۵ خدا بخش اورینٹیل لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۵ء۔

37 مقدمہ تفسیر ثنائی، ج:1، ص:11، آپ فرماتے ہیں: اس مقدمہ میں چند دلائل مضتصرہ سے سید الانبیا ﷺ کی نبوت کا ثبوت ہو گا، اس لئے کہ ہر کتاب سے پہلے صاحب کتاب کی وجاہت کا لحاظ ضروری ہے۔

38 مولانا 'التماسِ مصنف' میں لکھتے ہیں: "میں نے قرآن کریم کو جامع علوم عقلیہ اور نقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔ دعویٰ پر دلیل ایسے ڈھب کی ادا ہوتی ہے کہ ہر ایک درجہ کا آدمی اس سے فائدہ لے سکے گا"۔ مولانا ثناء اللہ، مقدمہ تفسیر ثنائی، جلد، اول، ص۔ ۳۔

39 فہرست عنوانات تفسیر ثنائی، ج:1، ص:4

40 آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال الدین سے ملتا ہے جو اکبر اعظم کے عہد میں ہندوستان آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں آزاد کے والد کو ہندوستان سے ہجرت کرنا پڑی کئی سال عرب میں رہے۔ مولانا کا بچپن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ پھر جامعہ از ہر مصر چلے گئے۔ چودہ سال کی عمر میں علوم مشرقی کا تمام نصاب مکمل کر لیا تھا۔ مولانا کی ذہنی صلاحیتوں کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے پندرہ سال کی عمر میں ماہوار جریدہ لسان الصدق جاری کیا۔ جس کی مولانا الطاف حسین حالی نے بھی بڑی تعریف کی۔ 1914ء میں الہلال نکالا۔ یہ اپنی طرز کا پہلا پرچہ تھا۔

41 موج کوثر، ص: 261-263؛ خورشید احمد: دینی ادب بیسویں صدی میں۔ ص: 292-295

42 ڈاکٹر ذاکر حسین لکھتے ہیں: "مولانا کی زبان میں غضب کی وہ دلکشی ہے جس نے ان کے ترجمے اور تفسیری اشارات میں اردو ادب کے ایک شاہکار کی شان پیدا کر دی ہے۔" (ابوالکلام آزاد، شورش کاشمیری، صفحہ ۳۳۴)

43 خود مولانا کہتے ہیں: "ہم نے یہ مطلب اسی سادہ طریقہ پر بیان کر دیا ہے جو قرآن کے بیان و مطالب کا طریقہ ہے۔" (ترجمان القرآن ج ۲، صفحہ ۴۳)

44 مولانا اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں: "مولانا آزاد کے سامنے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا طرز فکر واضح تھا جس میں درایت و روایت اور تعقل اور اتباع سلف دونوں باتیں اعتدال کے ساتھ موجود تھیں۔" (ترجمان القرآن کا تحقیقی مطالعہ، ص۲۸)

45 مولانا قاسمی لکھتے ہیں: "مولانا آزاد مناظرانہ انداز گفتگو کو پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے سنجیدہ اور مثبت انداز میں سید احمد خان کے تصورات کی ترجمان القرآن میں مکمل تردید ملتی ہے۔" (ترجمان القرآن کا تحقیقی مطالعہ، ص۲۹)

46 قرآنیات کے میدان میں مصنف کی چند اہم کتب میں ارضِ قرآن، الحیوانات فی القرآن، اعلام القرآن، سیرتِ نبی قرآنی، مطالعہ قرآن بیسویں صدی میں اہم شمار کی جاتی ہیں۔

47 شاہد علی، ڈاکٹر، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور، س-ن ص 50

48 تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ تفسیرِ ماجدی، مولانا ابوالحسن ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، 1998ء، ج 1 ص 1 – 17۔ اشاریہ تفسیِ ماجدی، حافظ نذر احمد، مسلم اکادمی، لاہور، 1971ء، ص 2۔ تفسیر ماجدی ایک جائزہ، محمد عمیر الصدیق، مجلّہ علوم القرآن علی گڑھ، (جولائی- دسمبر 1993ء) ص 40 سے 59۔

[49] تفسیرِ ماجدی میں جابجا مصنف نے مستشرقین کے اعتراضات کارد کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیرِ ماجدی، ج1 ص167، 168، 445، 448، 477، 478، 494، 495۔

[50] موصوف برصغیر پاک وہند کے عظیم مفسرین اور علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ 1899ء کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ اور جولائی 1974ء میں وفات پائی۔ مولانا موصوف نے مختلف دینی موضوعات قرآن، سیرت النبی ﷺ علم الکلام، فقہ وغیرہ میں بہت سی کتب تصنیف فرمائی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: مقدمہ معارف القرآن، محمد ادریس کاندھلوی، مکتبہ المعارف، 1419ھ، ص3 سے آگے۔

[51] صدیقی، میاں محمد، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، 1977ء، ص57 -58

[52] مقدمہ معارف القرآن، ج1 ص17

[53] معارف القرآن ج1 ص488 – 492، ج2 ص، 283 – 285، ج3 ص124 – 127، 59، 163 – 59

6:- فہرست کتابیات Fehreste kitabiat

1. القرآن الحکیم

alquranul hakim

2. امر تسری، ثناء اللہ، تفسیر ثنائی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2002ء

Amer tastry sanulah,tafsire sanae,maktaba qudososia.lahore 2002

3. تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، (مقالہ دینی ادب بیسویں صدی میں از خورشید احمد)، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 2018ء

. Tarihe adibiat,musalmanane Pakistan wa hind(maqala dini adab besvi sadi me az khurshid ahmad)panjab university Lahore 2018

4. تاج الدین الازھری، تفسیر ثنائی اور دمذاہب باطلہ، فکر و نظر، اسلام آباد، (جنوری-جون 1999)،

Tajudin alazhari,tafsire sanai awar mazhebe batela,fiker wa nazer,Islamabad.(January 1999(

5. جمیل نقوی، اردو تفاسیر،، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1992ء،

Jamil naqvi ,urdu tafasir,muqadara qumi zaban,Islamabad 1992

6. حالی، الطاف حسین، حیات جاوید،، اسرلان بکس، 1997ء

Hali,altaf Husin .Hayat Javid,Iserlan baks.1997

7. حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر والمفسرونِ، ملک سنز پبلیشرز، فیصل آباد، 1999ء،

Hariri,Ghulam Ahmad ,tarih tafsir wal mufaseroon,malk sanz publesherz,Fisal Abad.1999

8. زبید احمد، عربی ادبیات میں پاک وہند کا حصّہ، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، 1991ء

Zubed Ahmad,Arabic adibat me pakwahind ka Hisa,Edara Saqafate Islamia,Lahore,1991

9. سرسید احمد، تفسیر القرآن، مطبوعہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور، س-ن

Sarsaid Ahmad.tafsir Quran,matboa rofahe aam stim press Lahore s.n

10. سفیر اختر، علما دیوبند اور مطالعہ مسیحیت، لوہسر شرفو، واہ کینٹ، 2003ء

Safir Ahter,Ulame duband awar mutala masihait.loher sherfu,wahkent.2003

11. سید امیر علی، تفسیر مواہب الرحمن، مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ، لاہور، 1977ء

. Said Amir ali,tafsir muwaheb urehman,Maktabe Rashidia Limitid,Lahor,1977

12. سید سلیمان ندوی، یادِ رفتگان، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی۔ س-ن

Said suleman nadvi,yade rafter,majlise nasheryat Islam,kirachi,s.n

13. سید شاہد علی، اردو تفاسیر بیسویں صدی میں، کتابی دنیا، دہلی، 2009ء

Said Shahid Ali,Udrdu tafasir bisvi sady me,kitabi dunia,dihi,2009

14. سید عبداللہ، سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ، اسلام اباد، مقتدرہ قومی زبان، 1994ء

Said Abdulah,sersiad Ahmad Khan awar In ke namwer rufqa ki Urdu naser ka fani wa fikry jaiza,Islamabad,muqadra qumi zaban 1994

15. شبلی نعمانی ، علم الکلام اور الکلام،، نفسی اکیڈمی، کراچی، 1979ء

Shibli numani.Eilmulkalam awar kalam,nafsi Iqedmi,Karachi 1979

16. شہرستانی، عبدالکریم، الملل والنحل،، مکتبہ الانجلو المصریہ، قاہرہ، 1989ء،

Shehrestani,Abdulkarim,almalal wanahal.maktba alnajloulmiseria.qahra.1989

17. صالحہ عبدالحکیم شرف الدین، قرآن حکیم کے اردو تراجم،، میر محمد کتب خانہ، کاراچی، س-ن

Saleha Abdulhakim Sharfudin,Qurane hakim ke urdu tarajim,mir Muhammad kutab Khana kulachi,s.n

18. صدیقی، میاں محمد، تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ، لاہور، 1977ء

Sadiqi.mia Muhammad,tazke mulana Muhammad Idres kandelvi,maktabe Usmania,Lahor ,1977

19. ظفر الحسن، سرسید اور حالی کا نظریہ فطرت، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1987ء

Zafer ulhasan,sersiad awar Haki ka nazaria fitrat,Lahor.Idaresaqafat Islamia,1987

20. عبید اللہ فہد فلاحی، مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کا ایک مطالعہ،، مجلہ علوم القرآن علی گڑھ، (جنوری-دسمبر 1991ء)

Ubidulah fahdi falahi.mulana farhi ki tafsir Nezamul Quran ka aik

21. فراہی، حمید الدین، نظام القرآن، (مجموعہ تفاسیر فراہی) فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 1991ء

mutala,mujala ulumul Quran Ali gare,(janury.desember 1991(

22. فضل الرحمن بن محمد، حضرت مولانا ثنا اللہ امر تسری، لاہور، دارالدعوۃ السلفیہ، 1989ء

Farahi Hamid udin ,Nezam ul Quran ,(majmua tafasir farahi)Faran Fuondetion ,Lahor,1991

23. قدوائی، محمد سالم، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ادارہ معارفِ اسلامی لاہور، 1993ء

Fazul Rehman bin Muhammad,Hazarat mulama sanula Amer tastry,Lahor,Daruda salfia 1989

24. کاندھلوی، محمد ادریس، معارف القرآن،، مکتبہ المعارف، 1419ھ

Qaerdai,Muhamamd salim ,Hindustani mufaser awar un ki Arabic tafsire,Idarea muaraf Islami Lahor,1993

25. مبین احمد ندوی، مولانا ثناء اللہ امر تسری کی تفسیری خدمات، خدا بخش اورینٹیل لائبریری، پٹنہ، 1995ء

Kandelwe,Muhammad Idres,muaraf Quarn ,maktaba almuraf,1419h

26. محمد اکرم شیخ، موج کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1996ء

Mubin Ahmad nadvi,Mulana sanulah amer tustry ki tafsiri hidmat,huda bahsh awarential laibrary patana,1995

27. محمد الیاس، ڈاکٹر، تفسیر القرآن از سر سید احمد خاں کیا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، البصیر 2015ء

Muhammad Ilyas ,Dokter ,tafsir Quran az sersiad Ahmad Khan ki tahqiqi wa tnqidi jaeza, albasira,2015

28. محمد عمیر الصدیق، تفسیرِ ماجدی ایک جائزہ،، مجلّہ علوم القرآن علی گڑھ، (جولائی-دسمبر 1993ء)

Muhammad Umir sadiq ,tafsir majdi eik jaeza ,majlah ulumul Quran Ali gare,)july.desember1993(

29. ندوی، ابو الحسن علی، مقدمہ تفسیرِ ماجدی، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، 1998ء

. Nadvi ,Abul Hasan Ali,muqadema tafsir majdi,majles nasheriat Iaslam.kirachi,1998

30. نذر احمد، حافظ، اشاریہ تفسیِ ماجدی،، مسلم اکادمی، لاہور، 1971ء

Nazir Ahmad ,Hafiz,Isharia tafsire majadi,muslim Aqedmi,Lahor,1971

31. نور حبیب اختر، مواہب الرحمن کا تحقیقی مطالعہ، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب 2007ء Noor Habib Ahter ,mowahib urehman ka tahqiqi mutalah ,shube umume Islamia,jamea panjab,2007